۱۷- حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر: ۲۴۷/۴

۱۸- الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی، ۲۴۷/۴، ۲۴۸

۱۹- مالک بن انس، امام (م۱۸۹ھ)، المدونۃ الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبعہ اولی، ۲۰۰۵ء۔ ۱۴۲۶ھ، ۱۳۴/۳

۲۰- ابن قدامہ، المغنی، ۱۸۱/۶

۲۱- ابن قدامۃ، المقدسی، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد (م۶۲۰ھ)، الکافی لابن قدامہ، المکتب الاسلامی بیروت، طبعہ خامسہ، ۱۴۰۸ھ، ۲۷/۲

۲۲- ابن قدامہ، المغنی، ۱۸۹/۶

۲۳- ابن قدامہ، الکافی، ۲۷/۲، ۲۸

۲۴- ابن قدامہ، المغنی، ۱۸۳/۶، ۱۸۴

۲۵- ایضاً، ۱۸۲/۶

۲۶- ایضاً، ۱۹۰/۶

۲۷- المرغینانی، ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل (م۵۹۳ھ) الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبعہ اولی ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵م، ۵۹/۳

۲۸- حصکفی، علاء الدین محمد بن علی بن محمد (م۱۰۸۸ھ)، الدر المختار شرح تنویر الابصار، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۶ھ، ۱۴۷/۵

۲۹- ابن عابدین محمد امین (م۱۲۵۲ھ)، حاشیہ رد المختار علی الدر المختار، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۶ھ، ۱۴۷/۵

۳۰- محولہ بالا

۳۱- الخوارزمی، مولانا جلال الدین (م:۵۹۵ھ)، الکفایۃ شرح الھدایۃ مع شرح فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ، س۔ن، ۱۱۱/۶

۳۲- لکھنوی، محمد عبدالحی (م۱۳۰۴ھ) مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الھدایۃ، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان، س۔ن، ص۳

۳۳- المنبجی، امام ابومحمد علی بن زکریا (م۶۸۶ھ)، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، دار القلم دمشق، طبعہ ثانیہ، ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴م، ۵۱۴/۲، ۵۱۵

۳۴- الزحیلی، وھبہ، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر دمشق، طبعہ سادسہ، ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸م، ۸۱/۴

۳۵- قرہ داغی، علی محی الدین ڈاکٹر، القبض وصورہ المعاصرۃ، مجمع الفقہ الاسلامی، الدورۃ السادسۃ، جدۃ، ۱۹۹۰م

۳۶- عبدالواحد، ڈاکٹر مفتی، مسائل بہشتی زیور، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۹ء، ۴۰/۲

کریڈٹ کارڈ-شرعی حدود وقیود(ایک تحقیقی جائزہ)

حافظ عبدالباسط خان*

حقیقی زر یا اثمان خلقیہ (سونا اور چاندی) کے مقابلے میں پہلے کاغذی زر بطور متبادل متعارف کرایا گیا۔ ابھی اس کے متعلق شرعی مباحث بمشکل مکمل ہوئے تھے کہ بیسویں صدی کے پہلے ربع میں پلاسٹک زر متعارف کرایا گیا۔

ہر چند کہ اس کے آنے سے چند فوائد مثلاً خطرات سفر سے حفاظت، نقد رقم ہر جگہ میسر آنا اور نوٹوں کے جھمیلے سے بوقت خرید آزادی وغیرہ حاصل ہوئے، تاہم اس کے باعث حقیقی زر ایک قدم اور پیچھے چلا گیا اور دنیا کی معیشت پر قابض یہود بے بہبود کے لیے سود خوری کا ایک نیا باب کھل گیا۔

پلاسٹک زر کے طور پر استعمال ہونے والا یہ کارڈ تقریباً ۵.۵ سینٹی میٹر سے ۸.۵ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔ اس پر کارڈ کے مالک کا نام، تاریخ اجراء و اختتام ۱۳ یا ۱۶ نمبرز پر مشتمل ایک سیریل، اجراء کنندہ ادارے کا نام اور دیگر ضروری تفصیلات درج ہوتی ہیں۔ بینک اور صارف کے باہمی تعلق کے نتیجے میں جو کارڈ جاری کیے جاتے ہیں ان کی فی زمانہ دو ہی قسمیں مستعمل ہیں۔

۱۔ ڈیبٹ کارڈ ۲۔ کریڈٹ کارڈ

ڈیبٹ کارڈ وہ کارڈ ہے جو درحقیقت حامل کارڈ کے بینک اکاؤنٹ میں موجود رقم کے نکلوانے یا خریداری کے لیے استعمال کرنے کا آسان ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے وہ بوقت ضرورت اپنے اکاؤنٹ میں موجود رقم کا ایک محدود حصہ نکلوا بھی سکتا ہے یا موجود تمام رقم سے خریداری بھی کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کارڈ کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ البتہ دو امور قابل تنقیح ہیں۔

اول یہ کہ بینک اس کارڈ کے اجراء، استعمال اور تجدید پر حق الخدمت (Service Charges) لیتا ہے۔

دوم یہ کہ جب وہ تاجر جس کے ہاں کارڈ کے ذریعے خریداری کی گئی ہے، متعلقہ بینک سے مطلوبہ رقم وصول کرتا ہے، تو بینک عموماً پوری رقم ادا کرنے کی بجائے ۳ فیصد کٹوتی کرتا ہے۔

جہاں تک امر اول کا تعلق ہے تو چونکہ بینک ایک طرف حامل کی سہولت کی خاطر پیسے مہیا کرنے والی مہنگی مشین ATM نصب کرتا ہے اور دوسرے کارڈ کے اجراء و تجدید وغیرہ پر محنت کرتا ہے حق الخدمت وصول کرنا جائز ہے۔

جہاں تک امر دوم کا تعلق ہے تو چونکہ کریڈٹ کارڈ میں بھی نوعیت ایسی ہی ہوتی ہے اس لیے سطور ذیل میں اسکے متعلق بحث کے تحت اس کی وضاحت بھی دی جا رہی ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

کریڈٹ کارڈ وہ کارڈ ہے جو درحقیقت حامل کارڈ کو یہ سہولت فراہم کرتا ہے کہ اگر اس کے بینک اکاؤنٹ میں رقم موجود نہ بھی ہو تو وہ بینک سے نقدی کی صورت میں یا خریداری کی صورت میں ادھار لے سکتا ہے۔ کریڈٹ کارڈ جس معاہدہ (Agreement) کے ذریعے حاصل ہوتا ہے وہ ادھار ہی کا معاہدہ ہے۔

اگر حامل کارڈ اسے خریداری کے لیے استعمال کرتا ہے تو ایسی صورت میں ۴۵ دن یا ۵۲ دن یا ایسی ہی کسی مدت تک اسے اختیار رہتا ہے کہ وہ بلا سود اتنی ہی رقم بینک کو ادا کر دے جس کی اس نے خریداری کی ہے۔ اگر وہ اس مخصوص مدت میں یہ رقم ادا نہ کر پائے تو اسے زائد رقم بعنوان ''جرمانہ'' ادا کرنی پڑتی ہے۔ جو ظاہر ہے کہ سود ہی ہے۔ اگر وہ اس کارڈ کے ذریعے نقد رقم نکلوالے تو ایسی صورت میں پہلے ہی دن سے اسے سود ادا کرنا پڑتا ہے۔

ڈیبٹ کارڈ ہو یا کریڈٹ کارڈ، معاملہ کے تین فریق ہیں۔

۱۔ حامل کارڈ ۲۔ متعلقہ بینک ۳۔ تاجر جس سے خریداری کی گئی

جہاں تک ان تینوں کے درمیان طے پانے والے عقد کا تعلق ہے تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ معاملہ حوالہ(۱) کا ہے۔ ایسی صورت میں حامل کارڈ محیل ہوگا اور تاجر محتال یا محتال لہ ہوگا اور بینک محتال علیہ ٹھہرے گا۔ گویا حامل کارڈ (محیل) نے تاجر (محتال) کو رقم وصول کرنے کے لیے بینک (محتال علیہ) کے حوالے کیا کہ وہ رقم جو میرے ذمہ خریداری کی وجہ سے واجب الاداء ہے وہ تم بینک سے وصول کرلو۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عموما حوالہ میں محیل، محتال کو جس کے حوالہ کرتا ہے وہ اس کا دین دار یعنی مقروض ہوتا ہے۔ ڈیبٹ کارڈ کی صورت میں تو یہ صورت واضح ہے کیونکہ بینک کے پاس حامل کارڈ کی رقم موجود ہے۔ لیکن کریڈٹ کارڈ کی صورت میں ایسا نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہ حنفی میں حوالہ کے لیے محتال علیہ کا محیل کا مقروض ہونا ضروری نہیں۔

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''ولا یشترط کونہ (ای المحتال علیہ) مدیونا للمحیل کما لا یشترط فی الکفالۃ کون الکفیل مدیونا للأصیل لان الحوالۃ والکفالۃ کلاھما متقاربان'' (۲)

اس بحث کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ معاملہ ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں سود ادا کرنے کی شرط فاسد کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس شرط فاسد کے ہوتے ہوئے اس معاملہ میں فریق بن کر کریڈٹ حاصل کرنا جائز بھی ہوگا یا نہیں۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ کسی کو قرض دینا عقد تبرع ہوتا ہے۔

''التبرع ھو اعطاء الشیء غیر الواجب اعطاءہ احسانا من المعطی''(۳)

''یعنی ایک ایسا عقد کہ جس میں ایک شخص دوسرے کو محض احسان کے طور پر کوئی چیز دے دے درآنحالیکہ

اس شخص کے لیے اس چیز کا دینا واجب نہ ہے۔"

پھر یہ بھی قاعدہ ہے کہ عقد تبرع شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔(۴)

لہذا ان حضرات کے زعم کے مطابق بینک نے کریڈٹ کارڈ جاری کر کے حامل کو قرض دیا۔ ہے اور اس قرض کی ایک ذیلی شق سود ادا کرنا ہے۔ اس شرط فاسد سے اصل عقد فاسد نہیں ہوگا۔ البتہ شرط فاسد کا عائد کرنا گناہ ہے۔ اگر حامل اس بات کا پختہ عزم کر لے کہ وہ اس شرط کی نوبت ہی نہیں آنے دے گا تو پھر ان شاءاللہ گناہ بھی نہ ہوگا۔(۵)

مجلس شرعی مبارکپور (انڈیا) نے یہ فیصلہ کیا:

"چونکہ اصل گناہ زائد رقم دینا ہے اس کی وجہ سے اس شرط کا قبول کرنا بھی گناہ ہوتا ہے لیکن یہاں اس کے ساتھ ایک شرط ایسی بھی ہے جو زائد رقم دینے سے خالی ہے اور عاقد کا عزم اس پر عمل کا بھی ہے اور فی الواقع اسی پر اس کا عمل بھی ہے۔ ساتھ ہی اسے سقوط خطر طریق وغیرہ کا فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہے اس لیے خلاف عزم محض یہ لفظی یا تحریری شرط گناہ نہیں۔"(۶)

گویا ان دونوں دلائل کو ملایا جائے تو مضبوط دلیل اس طرح قائم ہوگی کہ عقد تبرع تو ویسے بھی شروط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا پھر جہاں اس شرط کا عائد کرنا ایک فریق کے اختیار میں بھی نہ ہو اور اس معاملہ میں اسے فوائد بھی ہوں اور اس کا عزم بھی اس شرط پر عمل کرنے کا نہ ہو تو وہ پھر محض ایک لفظی یا تحریری بے معنی شرط رہ جائے گی۔

جہاں تک اس عقد کا عقد تبرع ہونا ہے تو یہ امر اس صورت میں شاید قابل قبول ہوتا جب کارڈ کے ذریعے نقد رقم حاصل کرتے وقت سود عائد نہ ہوتا لیکن جب دو معاملات (خریداری یا نقد رقم کا حصول) میں سے ایک میں بہر صورت سود عائد ہوتا ہی ہے تو پھر یہ عقد تبرع نہ رہا بلکہ سودی قرض بن گیا۔ قرض مشروط بالنفع عقد تبرع نہیں بلکہ سود ہے۔ پھر بالفرض اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عقد تبرع ہے پھر بھی سود کی ادائیگی کی شرط کو تسلیم کرنا کیا غیرت ایمانی کے خلاف نہیں؟

نیز شرط فاسد والے معاملہ کو قبول کرنا تو بہر حال گناہ ہے۔

مجلس شرعی مبارکپور نے جو یہ فیصلہ دیا ہے کہ عاقد کا عزم ایسی شرط فاسد پر عمل نہ کرنے کا ہے، تو عرض یہ ہے کہ عزم کا معاملہ تو بہر حال دل سے متعلق ہے اور علام الغیوب ہی جانتا ہے عمل جو عزم پر ایک پختہ دلیل ہے، وہ تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ بے عملی کے اس سیلاب میں ۸۰ فیصد لوگ جلد بدیر اس کارڈ کے ذریعے سودی چکر میں پھنس کر رہتے ہیں۔ احوال زمانہ سے واقف شاید ہی کوئی شخص اس کا انکار کرے۔

رہا خطر طریق سے حفاظت کا فائدہ تو وہ ڈیبٹ کارڈ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ یہاں معاملہ میں شرط فاسد عائد نہ کرنا، حامل کارڈ کے بس سے باہر ہے اس لیے اس کے لیے اجازت ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنا کون سی ایسی ضرورت شدیدہ ہے کہ اس کے لیے شرط فاسد والے معاملہ ہی میں داخل ہوا جائے۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کے معاملہ کو بیع الوفا پر قیاس کرنا چاہیے۔(۷) بیع الوفاء اس بیع کو کہتے ہیں جس میں نقد کا ضرورت مند شخص اپنی کوئی چیز دوسرے کو اس شرط کے ساتھ بیچ دیتا ہے کہ تم اتنی مدت تک یہ چیز آگے کسی کو نہ بیچنا میں ہی تم سے کچھ زائد رقم ادا کر کے دوبارہ خریدلونگا۔ مثلاً وہ اپنی گاڑی پانچ لاکھ روپے کے عوض بیچتا ہے اور مشتری کو یہ کہتا ہے کہ ایک سال کے بعد میں خود تم سے پانچ لاکھ پچیس ہزار روپے میں خریدلوں گا۔ تم ایک سال تک فروخت نہ کرنا۔

یہ استدلال اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک یہ تسلیم نہ کرلیا جائے کہ حامل نے وہ چیز تاجر سے نہیں بلکہ بینک سے خریدی ہے اور اب خاص مدت میں رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ گویا اس سے زیادہ قیمت پر خرید رہا ہے جو پہلے طے ہوئی تھی اگر چہ یہ استدلال اس مذکورہ بالا توجیہ کے بعد بھی نہایت کمزور ہے اور اس کی کمزوری واضح ہے۔ تاہم اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو نقد رقم لینے کی صورت میں اس نقد رقم پر زیادتی کو بیع الوفاء پر کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے کیونکہ کوئی سامان (Commodity) درمیان میں نہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر یونہی ایک شرط فاسد کے باعث معاملات مالیہ خراب ہوجائیں تو پھر معاصر دور میں شاید ہی کوئی معاملہ درست قرار پائے گا۔ حتی کہ عام بلوں (Utility bills) پر بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں عائد جرمانہ کی شق کو قبول کرنا بھی ناجائز ٹھہرے گا۔(۸) بعض حضرات نے اس موقف پر کہ شرط فاسد سے بیع و دیگر معاملات مالیہ فاسد نہیں ہوتے بلکہ یہ شرط لغو ہوجاتی ہیں، مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے۔(۹)

"عن عائشة قالت: دخلت علی بریرة فقالت: ان أهلي كاتبوني علی تسع اواق في تسع سنين في كل سنة أوقية فاعينيني فقلت لها ان شاء اهلك أن أعدها لهم عدة واحدة واعتقك ويكون الولاء لي فعلت فذكرت ذلك لأهلها فابوا الا ان يكون الولاء لهم فاتتني فذكرت ذلك قالت فانتهرتها فقالت لاها الله اذا قالت فسمع رسول الله ﷺ فسألني فاخبرته فقال اشتريها واعتقيها واشترطي لهم الولاء فان الولاء لمن اعتق ففعلت قالت ثم خطب رسول الله ﷺ عشية فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله ثم قال اما بعد فما بال اقوام يشترطون شروطا ليس في كتاب الله عز وجل فهو باطل، وان كان مائة شرط كتاب الله احق وشرط الله اوثق ما بال رجال منكم يقول احدهم اعتق فلانا والولاء لي انما الولاء لمن اعتق." (۱۰)

"حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہیں بریرہ میرے ہاں آئیں اور کہنے لگیں کہ میرے مالک نے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبہ کیا ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کروں سو آپ میری مدد کیجیے۔ حضرت عائشہ

فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر تمہارے آقا چاہیں تو میں یک بارگی ساری رقم انہیں دے دوں اور تمہیں آزاد کر دوں اور تمہاری ولاء (وراثت) میری ہو جائے۔ بریرہ نے یہ بات اپنے آقا سے کی تو وہ اسی پر مصر رہے کہ وراثت انہیں ہی ملے چنانچہ وہ میرے پاس آئیں اور یہ بات ذکر کی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فوراً یہ جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں ہرگز ایسا نہ کرونگی (یعنی ولاء کے حق سے دستبردار نہیں ہونگی) رسول اللہ ﷺ نے یہ معاملہ سنا تو مجھ سے تفصیل پوچھی میں نے انہیں بتادی رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے تم اسے خرید لو اور آزاد کردو اور ولاء کی شرط انہی کے لیے رہنے دو اس لیے کہ بیشک ولاء تو اسے ہی ملتی ہے جو آزاد کرتا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے شام کے وقت خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد آپ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ایسی شرطیں عائد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مذکور نہیں سو ایسی شرطیں باطل ہیں اگرچہ وہ سو (۱۰۰) شرطیں ہی کیوں نہ ہوں اللہ کی کتاب ہی زیادہ حق پر مشتمل ہے۔ اور اللہ پاک کی بیان کردہ شرائط ہی زیادہ پختہ اور قابل ایفاء ہیں۔ کچھ مردوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے فلاں تم فلاں کو آزاد کردو اور اسکی ولاء میں لوں گا۔ یقیناً ولاء تو اسی کے لیے جو آزاد کرے۔''

استدلال اس طرح ہے کہ بریرہ کے آقا ولاء کی جو شرط لگا رہے تھے وہ شرط فاسد تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس شرط فاسد پر مشتمل معاملہ کو ختم نہیں فرمایا بلکہ اس شرط کو لغو قرار دے دیا۔ معلوم ہوا کہ شرط فاسد سے اصل معاملہ فاسد نہیں ہوتا۔ شرط فاسد لغو ہو جاتی ہے۔ (۱۱)

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث ان مشکلات میں سے ہے جس کے حل کے لیے علماء و محدثین نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ (۱۲) کیونکہ معاملہ صرف ایک شرط فاسد کا نہیں بلکہ نبوت کی صداقت و امانت کا ہے۔ بظاہر تو معاذ اللہ یوں لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ شرط پوری نہیں ہو سکتی اس شرط پر معاملہ کرنے کا حکم دے دیا اور یوں یہ خداع و دھوکہ کا معاملہ ہو گیا۔

علماء محدثین کی توجیہات میں سے سب سے عمدہ توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس معاملہ کو بہت شدت اور سختی سے ساتھ بیان کرنا چاہتے تھے تاکہ کوئی شخص آئندہ ایسی خلاف شرع شرط عائد کرنے کا سوچے بھی نہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے ما بال اقوام کہ ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے'' کا اسلوب اختیار فرمایا ہے جو زجر و توبیخ والا اسلوب ہے۔ (۱۳)

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی اس توجیہہ کے بعد اب اس سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر وہ عقد جس میں شرط فاسد عائد کی گئی ہو اگر اس شرط کے باقی رکھتے ہوئے کیا جائے تو عقد شرعی طور پر منعقد ہو جائے گا اور وہ شرط لازم الایفاء نہ ہوگی۔ لیکن چونکہ وہ شرط خلاف شرع ہے لہذا اس مشروط غیر شرعی معاملہ پر گناہ سے دونوں فریق بچ نہیں سکتے۔

اب ظاہر ہے کہ جب ایسے کسی معاملہ میں ایک فریق بالکل بے بس ہو اور وہ معاملہ کرنے پر ایسا مجبور ہو کہ حالت اضطرار کا تحقق ہو جائے پھر ہی اسے اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، اور کریڈٹ کارڈ بنوانا اور استعمال کرنا ضرورت تو کیا، شاید حاجت کے درجے میں بھی نہ ہو۔ کریڈٹ کارڈ سے وابستہ تمام فوائد ادھار کے سوا، ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہو جاتے ہیں اس لیے صرف ایک صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ کہ یہ کوئی ادائیگی کرنا ضروری ہو اور صرف کریڈٹ کارڈ ہی کے ذریعے ہوسکتی ہو تو ایسا کارڈ صرف اس خاص ادائیگی کے لیے استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ (۱۴)

کریڈٹ کارڈ کے اجراء، استعمال اور تجدید پر بھی مختلف فیسیں عائد ہوتی ہیں، ان فیسوں کی تفصیل سے قطع نظر سوائے اس سود کے جو اصل رقم پر ادا کرنا پڑتا ہے، باقی تمام فیسیں، چونکہ رقم کے زائد اور کم ہونے سے معلق ہو کر گھٹتی بڑھتی نہیں ہیں، لہذا وہ فیسیں ادا کرنا درست معلوم ہوتا ہے۔

البتہ بینک تاجر سے جو کمیشن وصول کرتا ہے اس کے بارے میں کی گئی تمام مثبت توجیہات محل نظر ہیں۔

ان توجیہات کے ذکر سے پہلے بطور تمہید یہ جان لینا چاہیے کہ متعلقہ بینک اس تاجر کو جس کے ہاں حامل کارڈ نے خریداری کی ہے، مطلوبہ رقم ادا کرتے وقت کل رقم پر ۳ فیصد کٹوتی کرتے ہیں۔

اس کمیشن کی سب سے مضبوط توجیہ یہ ہے کہ چونکہ بینک نے کارڈ کے ذریعے گاہک کو تاجر سے ملوایا ہے۔ لہذا یہ کمیشن اس دلالی (Brokerage) کی اجرت ہے۔ (۱۵) یہ توجیہہ اس لیے غلط ہے کہ دلالی تو کوئی خاص سودا کرانے میں بائع و مشتری کے ملانے کو کہتے ہیں بینک مختلف قسم کے دکانداروں کو مشین فراہم کرتے ہیں اور اس کا کرایہ ان سے علیحدہ سے وصول کرتے ہیں، پھر حاملین کارڈ کو ان دوکانداروں سے سودا خریدنے کی ترغیب دیتے ہیں اس سے زیادہ بینک کا کوئی اور وظیفہ و عمل نہیں ہے۔ پھر حامل کارڈ جس سے چاہتا ہے، سودا خرید لیتا ہے۔ یہاں دلالی (سمسارۃ) کی حقیقت سرے سے موجود ہی نہیں۔

دوسری توجیہہ یہ کی گئی ہے کہ یہ کمیشن درحقیقت وکالت بالاجرۃ ہے۔ کیونکہ تاجر نے گویا بینک کو اپنا وکیل مقرر کیا ہے کہ وہ گاہک سے قرض وصول کرے۔ (۱۶) یہ تاویل اس لیے غلط ہے کہ جب گاہک نے دوکاندار سے سودا خریدا تو اس نے تاجر کو بینک کے حوالہ کر دیا تو یہ حوالہ قبول کرنے کی اجرت ہوئی جو ضابطہ کے خلاف ہے۔

یہ توجیہہ کہ یہ کمیشن ان خدمات کے مقابلے میں ہے جو تاجر کو بینک نے فراہم کی ہیں، اس لیے غلط ہے کہ خدمات تو سودے کی قیمت کے ساتھ ساتھ گھٹتی بڑھتی نہیں حالانکہ یہاں کل خریداری کے ۳ فیصد کی بینک کٹوتی کرتا ہے۔ (۱۷)

یہ توجیہہ کہ بینک نے جو خدمات گاہک کو فراہم کی ہیں، یہ ان کا بدلہ ہے۔ گویا جب گاہک نے مثلاً ۱۰۰ روپے کی خریداری کی تو ۹۷ روپے چیز کی قیمت ہوئی اور ۳ روپے بینک کی خدمات کا معاوضہ ہے۔ (۱۸) یہ تاویل اس لیے غلط ہے کہ تاجر گاہک کو ۹۷ روپے کی بجائے ۱۰۰ روپے کا بل بنا کر دیتا ہے۔ نیز یہ کہ بینک خود اسے تاجر کے نام پر کمیشن کہہ کر کاٹتا ہے

پھر یہ بھی کہ بینک پہلے ہی فیس کے نام پرگاہک سے ایک معتد بہ رقم خدمات وسہولیات کے معاوضہ کے طور پر لے چکا ہے۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مغربی ممالک میں اب کریڈٹ کارڈ کے ذریعے خریداری کا رواج اتنا عام ہے کوئی تاجر اپنے ہاں یہ سہولت فراہم نہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اس لیے جہاں جہاں اس کا رواج عام اور شائع ہے وہاں وہاں شاید تاجر کے لیے اس سہولت کے فراہم کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے البتہ بینک اس سے جو کمیشن وصول کرتا ہے وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

صادق کریڈٹ کارڈ:

صادق کریڈٹ کارڈ، سٹینڈرڈ چارٹر بینک (Standard chartered Bank) نے متعارف کروایا ہے۔ اسے پاکستان میں پہلا مکمل اسلامی کریڈٹ کارڈ کہا جاتا ہے۔ مناسب ہے کہ پلاسٹک زر کی بحث کو مکمل کرنے کے لیے اس کی شرعی حیثیت پر بھی ایک نگاہ ڈال لی جائے۔

صادق کارڈ کا طریقہ کار یہ ہے کہ حامل جب اس کارڈ کے ذریعے خریداری کرے گا تو اس مخصوص مدت میں (جو اسے اس قرض کو ادا کرنے کے لیے دی جاتی ہے) اگر وہ رقم ادا کر دے تو کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوتا البتہ اگر وہ مخصوص مدت میں اس مطلوبہ رقم کا کوئی کم سے کم یونٹ بھی جمع کروا دے تو بقیہ رقم کو ایک خاص اکاؤنٹ میں جسے خدمات کا اکاؤنٹ (Service Account) کہا جاتا ہے، منتقل کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس اکاؤنٹ کی دیکھ بھال کی فیس (Maintenance Fee) وصول کی جاتی ہے۔ یہ فیس متعین ہے اور ماہانہ بنیاد پر وصول کی جاتی ہے۔ اگر حامل بجائے خریداری کے اس کارڈ کے ذریعے نقد رقم نکلوائے یا پے آرڈر بنوائے تو متعین حق الخدمت (Fixed Service Charges) تقریباً پانچ سو روپے (۵۰۰) وصول کیے جاتے ہیں یہ بھی اس نکلوائی گئی رقم کے گھٹنے بڑھنے کے ساتھ معلق نہیں ہوتے حامل خواہ دس ہزار (۱۰۰۰۰) نکلوائے یا بیس ہزار (۲۰۰۰۰)، اسے پانچ سو روپے (۵۰۰) ہی ادا کرنا ہونگے۔ پھر اگر وہ یہ قرض مقررہ وقت میں ادا کر دے تو کوئی فیس ادا نہ کرنی ہوگی البتہ مقرر وقت کے بعد یہ رقم بھی اسی خدمت اکاؤنٹ AccountService میں ڈال دی جاتی ہے اور اس پر وہی متعین حق الخدمت وصول کیا جاتا ہے۔(۱۹)

عام کریڈٹ کارڈ اور صادق کریڈٹ کارڈ میں مندرجہ ذیل فروق نمایاں ہیں۔

۱۔ عام کریڈٹ کارڈ میں نقد رقم پر پہلے ہی دن سے سود وصول کیا جاتا ہے اور قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ نیز وہ قرض کے حساب سے بڑھتا ہے۔ یہاں صرف متعین حق الخدمت ہے۔

۲۔ خریداری کی صورت میں بھی تمام کریڈٹ کارڈ میں طے شدہ مدت کے بعد ادائیگی کرنے پر سود مدت اور قرض رقم کے اعتبار سے بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں صادق کریڈٹ کارڈ میں ایسا نہیں۔

البتہ اس کارڈ کے استعمال پر بھی چند انتقادات موجود ہیں

۱۔ پے آرڈر بنوانے کی صورت میں فیس لینا تو شاید کوئی مثبت توجیہہ رکھتا ہو نقد رقم نکلوانے پر فیس (Advance cash fee) کسی اعتبار سے بھی درجۂ جواز کو نہیں پہنچتی۔

۲۔ خدمت اکاؤنٹ Service Account میں رقم منتقل ہونے پر ماہانہ دیکھ بھال کی فیس (Maintenance Fee) اگرچہ قرض رقم اور مدت کے ساتھ گھٹتی بڑھتی نہیں ہے۔ تاہم کارڈ کی تحدید کے ساتھ ساتھ تو ضرور گھٹتی بڑھتی ہے۔

A fixed fee is charged for maintenance of the service account and continued usage. The fee would very for different cad types (classic, Blue- golel and Golden plus) (20)

ظاہر ہے کہ اگر کارڈ کی تحدید (Limit) دو لاکھ ہے تو خواہ بیس ہزار (۲۰۰۰۰) نکلوائے ماہانہ دیکھ بھال کی فیس مثلاً دو ہزار (۲۰۰۰) کی بجائے چار ہزار (۴۰۰۰) ہو جائے گی حالانکہ اگر کارڈ ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) کی تحدید (Limit) والا ہوتا تو یہی فیس دو ہزار (۲۰۰۰) ہوتی اس کا مطلب یہ ہوا کہ رقم کے ساتھ فیس ایک اعتبار سے تو ضرور گھٹتی بڑھتی ہے۔

۳۔ ماہانہ دیکھ بھال کی فیس (Maintenance Fee) کی بھی کوئی فقہی توجیہہ راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزری نہ ہی قوت فیصلہ اس کی کوئی مثبت تاویل تلاش کر پائی ہے۔ نیز یہ خدمت اکاؤنٹ Service Account جب اجتماعی ہے تو پھر کلاسک (Classic) کلاسک بلو (Classic Blue)، گولڈ (Gold) اور گولڈ پلس (Gold Plus) پر یہ فیس مختلف کیوں ہے۔ یہ تو محض سود کو ایک نئی شکل کے ذریعے رواج دینا ہے۔

خلاصہ:

۱۔ ڈیبٹ کارڈ (Debit Card) کا استعمال جائز ہے۔

۲۔ کریڈٹ کارڈ کا استعمال صرف حالت اضطرار میں جائز ہے جب کوئی ادائیگی صرف اسی کے ذریعے ممکن ہو۔

۳۔ بینک کا تاجر سے حامل کارڈ کے قرض کی ادائیگی کے وقت رقم سے کٹوتی کرنا درست نہیں۔

۴۔ صادق کریڈٹ کارڈ بھی فقہی اعتبار سے صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ هی نقل الدین من ذمه الی ذمه، زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قاہرہ، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، ۱۳۱۳ھ، ۱۷۱/۴

۲۔ ظفر احمد عثمانی، مولانا اعلاء السنن، مکہ المکرمہ، مکتبہ عباس احمد الباز، ۱۹۹۷ء، ۵۵۸/۴

۳۔ علی حیدر، درر الحکام شرح مجلّہ الاحکام، ریاض، دار عالم الکتب، ۱۴۲۳ھ، المادہ ۵۷ لا یتم التبرع الا بالقبض، ۵۷/۱

۴۔ چنانچہ صاحب بدائع الصنائع نے رہن اور بیع کو شروط فاسدہ سے فاسد قرار دیا ہے اور ھبہ کو شروط فاسدہ سے فاسد قرار نہیں دیا۔
والرهن تبطلة الشروط الفاسدة كالبيع بخلاف الهبة کاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰٦ھ، ۱۴۰/٦

۵۔ دیکھئے مفتی محمد فاروق (جامعہ اختشامیہ، جیکب لائن) کا فتوی، محمد اسامہ، مولانا، کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۲

٦۔ نظام الدین رضوی، مفتی مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا چودہواں فقہی سیمینار، موضوعات، مذکرات، فیصلے (ماہنامہ) اشرفیہ (مدیر) مبارک حسین مصباحی، مبارکپور، اعظم گڑھ، انڈیا، جو، ۲۰۰۷ء، ص ۳۸
بریلوی مکتبہ فکر کی قائم کردہ یہ مجلس شرعی، مبارکپور میں قائم دینی درس گاہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے زیر انتظام ہے۔ ملاحظہ ہو۔ www. Aljamiatulashrafia. org

۷۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر سلطان احمد اصلاحی کا مقالہ، مشمولہ جدید فقہی مباحث، کراچی، ادارۃ القرآن، ۲۰۰۹ء، ص ۲٦۵

۸۔ یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ اول اول یہ دلیل کس نے پیش کی تھی۔ البتہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے مذاکرہ میں مولانا تقی عثمانی کی گفتگو میں اس کا ذکر تھا۔ ملاحظہ ہو۔ بطاقات المعاملات المالیہ، دراسۃ فقہیۃ تحلیلیۃ، جدۃ، مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد العاشر، ۱۲۲۹/۱۰، ۱۲۳۰

۹۔ ڈاکٹر عبد الستار ابوغدہ نے بعض فتوی کونسلوں کی طرف سے یہ دلیل ذکر کی ہے اور اسکی تائید بھی کی ہے۔
عبد الستار، ابوغدہ، ڈاکٹر، بطاقۃ الائتمان وتکییفہا الشرعی، جدۃ، مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی، العدد السابع، ۲۹۱/۷ (ترقیم الشاملۃ)

۱۰۔ یہ حدیث صحاح، سنن ومسانید میں متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے۔ اختصار کی خاطر صرف ایک مقام کا حوالہ دیا گیا ہے۔
قشیری، مسلم بن الحجاج، الصحیح، کتاب العتق، باب انما الولاء لمن اعتق، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن ۱۱۴۲/۲، ح ۱۵۰۴

۱۱۔ دیکھیے حوالہ نمبر ۹

۱۲۔ اس حدیث کی متعدد توجیہات وتاویلات کی گئی ہیں۔ ان سب توجیہات کا خلاصہ سطور ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔
امام خطابی نے معالم السنن میں اپنی متصل سند سے یحییٰ بن اکثم کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ وہ اس حدیث کا انکار کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب یہ حدیث کتب صحاح ومسانید میں بسند صحیح نقل کی گئی ہو تو یحییٰ بن اکثم کے اس انکار کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ جو علماء اس حدیث کو اس کے ظاہری مفہوم سے جدا کردیتے ہیں گویا اس کی تاویل کرتے ہیں، ان کے پانچ اقوال ہیں۔ علامہ ابن عبد البر الاستذکار میں لکھتے ہیں کہ یہاں ''اشترطی'' بمعنی ''اظہری'' ہے یعنی اے عائشہؓ تم ان پر ولاء کا حکم ظاہر کردو۔ امام شافعیؒ کے بارے میں امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ وہ یہاں ''لہم'' کو بمعنی ''علیہم'' لیتے تھے یعنی اے عائشہ تم ان کے خلاف ولاء کی شرط رکھو۔ لیکن اس تاویل پر کافی تنقید کی گئی ہے۔ پھر ابن دقیق العید ایک تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہاں ''اشترطی'' بمعنی ''اترکی'' ہے یعنی اے عائشہ ان کے اس شرط کے رکھنے پر ان کی مخالفت چھوڑ دو۔ ابن حبانؒ کا کہنا ہے کہ